امام کے پیچھے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کا علمی و تحقیقی جائزہ

محمد رفیق طاہر عفی اللہ عنہ

مقتدی امام کے پیچھے سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا یا نہیں یہ ایک ایسی بحث ہے جس میں اکثر لوگ الجھتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں سبب اختلاف کو سمجھا جائے اور حق بات کا تعین کیا جائے تا کہ

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔''

[صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، (٦٠٠٨)]

کے اصول کے مطابق ہم بھی اقامۃ صلاۃ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔

اختلاف کا سبب:

سبب اختلاف انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے كتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام لئوتم به، (٦٨٩) اور امام مسلم نے كتاب الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، (٤١١) میں نقل فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا، فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الأَيْمَنُ، فَصَلَّى صَلاَةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: " إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا، فَصَلُّوا قِيَامًا، فَإِذَا رَكَعَ، فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ، فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ» .... الحديث

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس گر گئے جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں حصہ زخمی ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں کوئی ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی تو ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: یقیناً امام صرف اقتداء کیے جانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع

کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اُٹھالے تو تم رکوع سے سر کو اُٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنالک الحمد کہو۔.... الخ

لیکن میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں مقتدی کو تسمیع (یعنی سمع اللہ لمن حمدہ) سے روکنے والی کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تو مقتدی کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے امام کی اقتداء کرے اور امام سے سبقت نہ لے جائے اور یہ کہ وہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہہ لینے کے بعد ربنالک الحمد کہے اور مقتدی کو تسمیع سے منع نہیں کیا ہے لیکن اس کا ذکر بھی نہیں فرمایا اور اصول میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عدم ذکر، عدم ثبوت کو مستلزم نہیں۔(۱)

البتہ تسمیع کے مقتدی کے لیے مشروع ہونے کے کئی ایک دلائل موجود ہیں ان میں سے ایک حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی ہے جسے بخاری نے روایت کیا ہے وہ یوں ہے:

«أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلاَةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَعَلَ مِثْلَهُ، وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ، وَلاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ، وَلاَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ»

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تکبیر کہہ کر نماز کا آغاز فرمایا اور جب تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اُٹھایا اور جب رکوع کیا تو پھر اسی طرح (ہاتھوں کو بلند) کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو اسی طرح کیا اور ربناولک الحمد کہا اور یہ (ہاتھوں کو بلند کرنا) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سجدوں میں جاتے اور اُٹھتے ہوئے نہ کرتے تھے۔

[صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إلى أين يرفع يديه، (٧٣٨)]

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تسمیع و تحمید دونوں ہی کہا کرتے تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر تو امام ہوتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جبریل علیہ السلام(۲) اور

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ(۳) کی اقتداء میں بھی نماز ادا کی ہے۔اور یہ حدیث مطلق ہونے کی وجہ سے امام، منفرد اور مقتدی تینوں کے لیے تسمیع و تحمید کہنے پر دلالت کرتی ہے۔

امام شوکانی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:"جو اس بات کے قائل ہیں کہ تسمیع و تحمید کو ہر نمازی کہے گا وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ حدث دعویٰ سے زیادہ خاص ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی امامت والی نماز کا بیان ہے جیسا کہ اکثر ہوتا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ:"ایسے نماز پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو" اس اختصاص کی نفی کرتا ہے کہ یہ امام کے لیے ہی خاص ہے (یعنی تسمیع و تحمید کو جمع کرنا) اور وہ اس بات سے بھی دلیل پکڑتے ہیں جس کو طحاوی اور ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ منفرد (تسمیع و تحمید کو) جمع کرے گا، اور طحاوی نے اسی بات کو امام کے تسبیح و تحمید کو جمع کرنے کے لیے بھی حجت بنایا ہے تو مقتدی بھی اس میں شامل ہو جائے گا، کیونکہ اصول یہ ہے کہ نماز میں جو کام مشروع ہے وہ تینوں (امام، مقتدی، منفرد) کے لیے برابر طور پر مشروع ہے، ہاں مگر شریعت جس کو مستثنیٰ کردے۔"

(نيل الأوطار للشوكاني: ٢/٢٨٩، طبع: دار الحديث، مصر)

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"امام، مقتدی اور منفرد تینوں ہی رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہیں گے اور جب کہنے والا تسمیع سے فارغ ہو گا تو ساتھ ہی ربنالک الحمد بھی کہے گا۔

(كتاب الأم للشافعي: ١/١٣٥، طبع: دار المعرفة، بيروت)

مذکورہ بالا دلیل میں یہ بات معلوم ہوئی کہ تسمیع و تحمید، امام، مأموم اور منفرد کے لیے مشروع ہیں۔ رہا یہ سوال کہ اگر مقتدی تسمیع و تحمید (سمع اللہ لمن حمدہ) نہ کہے تو کیا حرج ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تینوں (امام، مقتدی، منفرد) میں سے جو کوئی بھی تسمیع کو ترک کرے گا اس کی نماز میں نقص (کمی) واقع ہو گا۔

جیسا کہ مسیء الصلاۃ والی حدیث میں ہے:

«فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَضَّأَ، فَيَضَعَ الْوُضُوءَ - يَعْنِي مَوَاضِعَهُ - ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَحْمَدُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ

الْقُرْآنِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ» وفي رواية له: « فَإِذَا فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا انْتَقَصْتَهُ مِنْ صَلَاتِكَ»

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کسی کی بھی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو نہ کر لے اور پھر تکبیر کہے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے اور قرآن سے جو میسر آئے پڑھے، پھر وہ اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے حتی کہ اس کے جوڑ اطمینان میں آجائیں پھر وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے حتی کہ برابر طور پر (سیدھا) کھڑا ہو جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتی کہ اس کے جوڑ اطمینان میں آجائیں، پھر اللہ اکبر کہے اور اپنے سر کو اٹھائے حتی کہ برابر ہو کر بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتی کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں پھر اپنے سر کو اٹھائے اور تکبیر کہے تو پس جب وہ یہ کام کر لے گا، تب اس کی نماز مکمل ہو گی۔ ابو داؤد ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا) پس جب تو یہ کر لے گا تو تیری نماز مکمل ہو گی اور ان میں سے تو جس کو بھی چھوڑے گا تو تیری نماز میں نقص رہ جائے گا۔"

[سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة ، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، (٨٥٦، ٨٥٧)]

امام ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ نے اسی حدیث کی روشنی میں ہی فرمایا ہے: "رکوع کے بعد کا قیام قدرت پانے والے پر فرض ہے حتی کہ وہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنا رکوع سے اٹھتے ہوئے ہر نمازی پر فرض ہے خواہ وہ امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد، نماز کی تکمیل اس کے بغیر نہیں ہے۔

(المحلى بالآثار لابن حزم: ٢٨٦/٢، طبع: دار الفكر، بيروت)

اور ابن حزم کی بات بالکل درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: "لوگوں میں سے کسی کی بھی نماز مکمل نہیں" خواہ وہ امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد، مطلق طور پر نماز کی نفی فرمائی ہے۔ لہٰذا جب تک کوئی بھی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے گا اس کی نماز مکمل نہیں ہو گی اور پھر آخر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا:

«وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا انْتَقَصْتَهُ مِنْ صَلَاتِكَ»

نماز کے ترک تسمیع کی بنا پر ناقص ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ نے شمار کیا ہے تسمیع بھی ان میں شامل ہے۔

فقولوا ربنا ولک الحمد کا معنیٰ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَالَ (الإمام): سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ»

جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

[صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به، (٦٨٩)]

لہٰذا امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے کیونکہ یہ عبارت تقسیم کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک عمل امام کے لیے ہے اور دوسرا مقتدی کے لیے۔

لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں امام کے لیے تحمید اور مقتدی کے لیے تسمیع کا ذکر ہی نہیں کہ امام تحمید اور مقتدی تسمیع نہ کہے اور اصول میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عدم ذکر عدم ثبوت کو مستلزم نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَلَا حجَّة لَهُم فِيهِ لِأَنَّهُ أَمر بِأَن يَقُول: اللَّهُمَّ رَبنَا لَك الْحَمد وَنحن نقُوله فَأَما إِذا قَالَ مَعَه غَيره فَلَيْسَ بمذكور فِي هَذَا الْخَبَر»

''ان لوگوں کے لیے اس حدیث میں دلیل نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ربنا لک الحمد کہنے کا حکم دیا اور ہم بھی یہ کہتے ہیں۔ لیکن جب امام کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کوئی اور کہے، یہ اس حدیث میں مذکور ہی نہیں ہے۔''

(مختصر خلافيات البيهقي: ٢/٩٣، طبع: مكتبة الرشد، الرياض)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس حدیث (فقولوا ربنا لک الحمد) سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ امام ربنا لک الحمد نہ کہے اور مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے کیونکہ اس کا روایت میں ذکر ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ

یہ بات طحاوی نے نقل کی ہے اور امام مالک اور ابو حنیفہ کا یہی موقف ہے۔ لیکن یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ اس روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو نفی پر دلالت کرتی ہو، بلکہ اس حدیث میں تو یہ بات ہے کہ مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ہو۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ امام رکوع سے اُٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اور مقتدی اُٹھنے کے بعد حالت اعتدال میں ربنا لک الحمد کہتا ہے۔ تو مقتدی کی تحمید امام کی تسمیع کے بعد ہی آتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں حکم ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی آمین والے مسئلہ سے ملتا جلتا ہے جیسا کہ:

«إِذَا قَالَ الإِمَامُ: ﴿غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ﴾ [الفاتحة: ٧] فَقُولُوا: آمِينَ»

”جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو“

[صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، (٧٨٢)]

سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین نہ کہے گا اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ امام آمین کہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ امام ربنا لک الحمد کہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں (امام کا آمین و تحمید کہنا) دوسری صریح، صحیح دلیلوں سے ثابت ہے......الخ

(فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الاذان ، باب فضل ربنا لک الحمد ، ٢/٢٨٣، طبع: دار المعرفة، بيروت)

تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا معنی یہی ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں ہی کہے گا اسی طرح مقتدی و منفرد بھی۔ تسمیع و تحمید کا کسی ایک فریق کے ساتھ مختص ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

احناف میں بھی امام محمد، قاضی ابو یوسف اور امام طحاوی کا یہ موقف ہے کہ امام تسمیع و تحمید دونوں کہے۔

(عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة، ص: ٦٦، طبع: المطبعة الوطنية بثغر سكندرية، الطبعة الأولى)

اسی طرح ملا علی قاری نے شرح مسند ابی حنیفہ میں ذکر کیا ہے کہ: ”شرح الاقطع میں ابو حنیفہ سے یہ بات مروی ہے کہ امام و مقتدی دونوں تسمیع و تحمید کہیں گے اور یہی شافعی کا مسلک ہے اور اسی کو ابو یوسف اور محمد نے اختیار کیا ہے جیسا کہ ابن مالک نے شرح المشارق میں ذکر کیا ہے۔“

(شرح مسند أبي حنيفة لملا علي القاري، ١٦٠/١، طبع: دار الكتب العلمية، بيروت)

اور حدیث مسیء الصلاۃ آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے تسمیع کا ذکر فرمایا اور اس کے آغاز میں اتمام صلوٰۃ کو ان مذکورہ امور پر مقصور فرمایا اور بعد میں کسی ایک کے معدوم ہونے کو نماز کے ناقص ہونے کا سبب گردانا ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ترک تسمیع ہر ہر بندے کی نماز میں نقص کا سبب ہے خواہ وہ امام ہو، مأموم ہو یا منفرد۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جن بڑی بڑی باتوں سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی حتی کہ وہ اس اس طرح کر لے یا یہ فرمائیں کہ اس اس طرح کرو، تو کوئی کہنے والا یہ سب سننے کے بعد یہ کہتا پھرے کہ نماز اس کے بغیر بھی مکمل ہو جاتی ہے۔ ایسے بندے کی تقلید میں (یہ بات کہہ دے) جو کہ خطا پر ہے کیونکہ اس کو حدیث نہیں پہنچی یا پہنچی تو ہے مگر وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اسی طرح باطل اور سنت سے کھیلنے والی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ چند مذکورہ امور کے بارہ میں فرمائیں کہ نماز اس کے بغیر مکمل نہیں ہے تو کوئی کہنے والا اپنی طرف سے یہ کہتا پھرے کہ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں کہ (جن کے بغیر نماز مکمل نہیں) اور بعض ایسے نہیں ہیں، اور اگر کوئی جھوٹا ان باتوں میں سے کسی پر اجماع کا دعوی کرے تو وہ ساری امت پر جھوٹ باندھتا ہے اور اس نے ایسی بات کا دعوی کیا ہے جس کا اسے علم نہیں۔

(المحلى بالآثار: ٢٨٩/٢)

حاصل بحث:

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تسمیع و تحمید امام و مأموم و منفرد تینوں کے لیے لازمی و ضروری ہے اور دونوں میں سے کسی بھی چیز کا ترک تینوں کی نماز میں کمی پیدا کر دیتا ہے۔ اور جو مقتدی کو تسمیع نہ کہنے کا فتویٰ دیتا ہے اس نے پاس فقولوا ربنا لک الحمد والی حدیث کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے اور

یہ دلیل بھی ان کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مقتدی کو "تحمید" کا حکم تو دیا ہے لیکن "تسمیع" سے منع نہیں فرمایا۔ اور اصول کی دنیا میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عدم ذکر عدم ثبوت کو مستلزم نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے مقتدی کے لیے ترک تسمیع پر استدلال کرنا باطل ہے۔ جبکہ دیگر روایات سے مقتدی کے لیے تحمید و تسمیع کہنا ثابت ہے۔

هذا والله تعالى أعلم وعلمه أكمل وأتم ورد العلم إليه أسلم والشكر والدعاء لمن نبه وأرشد وقوم

وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم

الراجي إلى عفو ربه الظاهر

ابو عبد الرحمن محمد رفیق الطاہر

۱۴۳۰/۷/۴ یوم الخمیس

---

(۱) محمد بن عمر بن حسین الرازی المحصول فی علم الأصول (۱۷۴/۶ - ۱۷۳، طبع: مؤسسة الرسالة) میں فرماتے ہیں: ''دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے عدمِ دلیلِ ثبوت کو دلیلِ عدم بنالیا ہے تو کیا آپ عدمِ دلیلِ عدم کو دلیلِ ثبوت بنائیں گے یا نہیں؟ اگر آپ انکار کر دیں تو آپ نے اپنی ہی کلام میں تناقض پیدا کر لیا ہے۔ کیونکہ دلیلِ ثبوت کی ثبوت کی طرف نسبت دلیلِ عدم کی عدم کی طرف نسبت کی طرح ہے۔ تو اگر عدمِ دلیلِ ثبوت سے عدمِ ثبوت لازم آئے تو عدمِ دلیلِ عدم سے عدمِ عدم لازم آئے گا (اور عدم العدم وجود ہوتا ہے) اور اگر یہاں یہ لازم نہیں تو وہاں بھی لازم نہیں کیونکہ عقل میں ان دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں۔ اور اگر وہ اعتراف کر لے تو دو وجہوں سے محذور لازم آئے گا۔ (۱) عدمِ دلیلِ عدم، عدمِ عدم پر دلیل ہے اور عدمِ عدم، وجود ہے۔ سو یوں تو نص، قیاس اور اجماع کے علاوہ وجود پر ایک دلیل قائم ہو گئی لہٰذا حصر ٹوٹ گیا۔ (۲) یہ کہ جب عدمِ دلیلِ عدم وجود کی دلیل ہے تو

عدمِ عدمِ دلیلِ عدم کے بیان کے بغیر انتفاء وجود ہرگز لازم نہیں آتا اور عدمِ عدم وجود ہوتا ہے۔ تو اس وقت وجودِ دلیلِ عدم کے بغیر انتفائے وجود لازم نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ دلیلِ عدم ذکر کر دیں تو آپ کا باقی مذکورہ بالا تمام دلائل سے چھٹکارہ ہو جائے گا۔''

(٢) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب المواقيت، (٣٩٣)، سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي ﷺ، (١٤٩)

(٣) صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم إذا تأخر الإمام ولم يخافوا مفسدة بالتقديم، (٤٢١)